ایک حدیث

اسمائے حُسنیٰ

(۲)

گزشتہ شمارے میں "اسمائے حسنیٰ" پر گفتگو کی گئی تھی۔ اس کے بعد کئی ہفتے میں ایک خاص خلجان میں مبتلا رہا۔ خلجان کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف تو میرے اندر احترام احادیث کا پورا جذبہ موجود ہے اور دوسری طرف کسی ایسی روایت کو قبول کرنے کا جذبہ نہیں رکھتا جو قرآن سے ٹکرائے اور اس کی کوئی معقول توجیہہ نہ ہو سکے۔ قرآن پاک میں ہے وللہ الاسماء الحسنیٰ حسین ترین نام اللہ کے لیے ہیں۔ احادیث میں ہے۔ ان للہ تسعۃ وتسعین اسما من حفظھا (وفی روایہ احصاھا) دخل الجنۃ۔ (رواہ الشیخان والترمذی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم وغیرہم)۔ یعنی اللہ کے ننانوے ۹۹ نام ہیں جو ان کو حفظ کر لے (یا شمار کر لے) وہ جنتی ہے۔ بخاری و مسلم کے سوا دوسرے جامعین حدیث نے وہ ننانوے نام بھی گنوا دیئے ہیں لیکن ان میں خاصا اختلاف ہے۔ اگر سبھوں کو صحیح تسلیم کیجئے تو تعداد ننانوے سے بہت بڑھ جاتی ہے اور اس صورت میں یہی توجیہہ ہو سکتی ہے کہ ننانوے ۹۹ کا لفظ حصر کے لیے نہیں بلکہ ساٹھ یا ستر وغیرہ کی طرح کثرتِ تعداد کے لیے ہے۔ یوں تو ہر روایت میں ننانوے ہی اسما کی تعداد پوری کی گئی ہے لیکن ایک میں کچھ اسماء وہ ہیں جو دوسری میں نہیں یعنی کچھ اسمائے حسنیٰ مشترک ہیں اور کچھ مختلف۔

ہمارے ہاں جو اسمائے حسنیٰ رائج ہو گئے ہیں وہ وہی اسما ہیں جو ترمذی نے روایت کئے ہیں۔ قاعدہ بغدادی سے لے کر دلائل الخیرات تک تمام کتابوں میں یہی اسما درج ہیں اور بہت سے لوگوں نے انہی اسما کی شرح لکھی ہے۔ آرنلڈ صاحب (SIR EDWIN ARNOLD) نے بھی ایک کتاب PEARLS OF FAITH OR ISLAM'S ROSARY انہی اسما پر لکھی ہے جس میں دو ایک جگہ اسما بدلے ہوئے ہیں۔ مثلاً انہوں نے جلیل کی بجائے جمیل لکھا ہے۔

ایک اور قابلِ غور بات یہ ہے کہ بعض روایات میں ایک یا زیادہ اسمائے صفات الگ سے بھی بیان ہوئے ہیں۔ اور ان روایات میں ان کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ مثلاً اللہ وتر (طاق) ہے۔

اللہ نظیف ہے، اللہ جواد ہے، اللہ طیّب ہے، اللہ جمیل ہے، اللہ سبّوح ہے وغیرہ وغیرہ۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضورؐ نے یہ تو فرمایا ہے کہ اللہ کے ننانوے نام ہیں (جیساکہ بخاری و مسلم میں بھی ہے) لیکن ان کو شمار نہیں کرایا ہے (یا چند اسما کو بطور مثال بتایا ہوگا)۔ پھر چونکہ ان کو محفوظ کرنے والے کے لیے جنّت کی بشارت ہے اس لیے لوگوں نے خود ہی اس کی تلاش شروع کردی۔ اب چونکہ ہر تلاش کرنے والے نے الگ اپنے ذوقِ جستجو کے مطابق تلاش سے کام لیا اس لیے اختلاف پیدا ہوگیا۔ اور اس کی بالکل وہی صورت ہوئی جو "اسم اعظم" اور "شب قدر" کی ہوگئی کہ آج تک امت کے کسی فرد کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کونسا اسم اعظم ہے جس کے پڑھنے سے دعا قبول ہوتی ہے اور وہ کس مہینے کی کونسی تاریخ کی شب ہے جس کو لیلۃ القدر کہا جاسکے۔ ساری اُمّت تیرہ صدیوں سے اسی چکر میں ہے لیکن تلاش میں ناکام[1]۔ یہی شکل اللہ کے ننانوے ناموں کی ہوئی کہ ان کا یقینی علم کسی کو حاصل نہیں۔

مجھے روایات کے بیان کردہ اسمائے حسنیٰ میں ایک الجھن اور بھی محسوس ہوئی یعنی وہ کونسا اصول ہے جس کے مطابق یہ اسمائے صفات تلاش کئے گئے ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ:

(۱) اگر صرف قرآن سے یہ اسما لیے گئے ہیں تو بہت سے اسما قرآن میں ایسے ہیں جو روایات میں موجود نہیں۔ مثلاً: ذوانتقام، ذوالعرش وغیرہ۔ یہ اسما کیوں نہ ہوں جب کہ روایات میں ذوالجلال والاکرام موجود ہے؟ پھر احکم الحاکمین، ارحم الراحمین، احسن الخالقین، خیر الماکرین، علّام الغیوب وغیرہ بھی کیوں نہ ہوں؟

(۲) اگر یہ روایت والے اسمائے صفت (بصورت اسم فاعل و مبالغہ و صفت مشبہہ) ان افعال سے بنائے گئے ہیں جو قرآن میں موجود ہیں تو بے شمار دوسرے افعال سے بھی یہ اسمائے صفات کیوں نہیں بنائے گئے؟ مثلاً قرآن میں خدا کے لیے واجدؔ کہیں نہیں آیا۔ ہاں وجد آیا ہے۔ جس سے واجدؔ بنایا گیا ہے۔ یہی حال مانع، نافع، ضار، ممیت، خافض، رافع، معزّ، مذل، باعث، محصی، مبدی، معید، باقی، مقسط، معطی وغیرہ کا ہے۔ یہ الفاظ (بطور اسم صفت) خدا کے لیے قرآن میں کہیں نہیں آئے ہیں۔ صرف ان کے افعال آئے ہیں اور انہی سے یہ اسما (واجد کی طرح) بنائے گئے ہیں۔ لیکن اگر یہی ہے تو بکثرت افعال اور بھی ہیں۔ ان سے یہ اسمائے صفات کیوں نہ بنائے گئے؟ مثال کے

---

[1] شب قدر پر ایک مضمون ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کی شائع کردہ "اجتہادی مسائل" میں دیکھ لینا مفید ہوگا۔ مدیر

طور پر دیکھئے قرآن میں ہے :

انزلنا علیک الکتاب	لہٰذا خدا منزل بھی ہوا
اللہ یستھزئ بھم	〃 〃 مستھزئ 〃 〃
ویمدّھم فی طغیانھم	〃 〃 مادّ 〃 〃
امطرنا علیھم	〃 〃 ممطر 〃 〃
او یعذبھم	〃 〃 معذب 〃 〃
ومکر اللہ	〃 〃 ماکر 〃 〃
واکید کیدا	〃 〃 کائد 〃 〃
توتی الملک	〃 〃 موتی 〃 〃
تنزع الملک	〃 〃 نازع 〃 〃
ماشاء اللہ	〃 〃 شائی 〃 〃
زیّنا السماء	〃 〃 مزیّن 〃 〃
فاذا قرأناہ	〃 〃 قاری 〃 〃
علمہ البیان	〃 〃 معلم 〃 〃
انبتنھا	〃 〃 منبت 〃 〃
مرج البحرین	〃 〃 مارج 〃 〃
اذا اردنا	〃 〃 مرید 〃 〃
اغرقناھم	〃 〃 مغرق 〃 〃
القینا	〃 〃 ملقی 〃 〃
اغرینا بینھم	〃 〃 مغری 〃 〃
اذقنٰک	〃 〃 مذیق 〃 〃
ارسلنٰک	〃 〃 مرسل 〃 〃
انعمت علیھم	〃 〃 منعم 〃 〃
فرشناھا	〃 〃 فارش 〃 〃

لکن اللہ قتلھم	لہذا خدا قاتل بھی ہوا
یصلی علیکم	〃 〃 مصلّی 〃 〃
دمرناھا	〃 〃 مدمر 〃 〃
ضربنا علیٰ اذانھم	〃 〃 ضارب 〃 〃
خسفنا بھم الارض	〃 〃 خاسف 〃 〃
یحببکم اللہ	〃 〃 محبّ 〃 〃
انا مبرمون	〃 〃 مبرم 〃 〃
انشأنا	〃 〃 منشی 〃 〃
فضّلنا بعضھم	〃 〃 مفضل 〃 〃
یضل بہ کثیرًا	〃 〃 مضل 〃 〃

اس طرح تو سینکڑوں تک تعداد پہنچ جائے گی اور ننانوے ۹۹ کا کوئی مطلب نہ ہوگا۔ سوال یہی ہے کہ اگر تعز و تذل سے معز اور مذل وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں تو اور سینکڑوں الفاظ سے اسی طرح اسمائے حسنیٰ کیوں نہ بنالیے جائیں؟

(۳) پھر لامحالہ ہمیں وہی اسمائے صفات لینے پڑیں گے جو خود قرآن نے بطور صفات (نہ کہ بطور فعل) بیان فرمائے ہیں۔ ابن حجر عسقلانی نے وہ نام یوں لکھے ہیں:

۱ اللہ، ۲ الآخر، ۳ الاحد، ۴ الاعلیٰ، ۵ الاکرم، ۶ الالٰہ، ۷ الاول، ۸ الباری، ۹ الباطن، ۱۰ البدیع، ۱۱ البر، ۱۲ البصیر۔ ۱۳ التواب، ۱۴ الجامع، ۱۵ الجبّار، ۱۶ الحافظ، ۱۷ الحسیب، ۱۸ الحفی، ۱۹ الحفیظ، ۲۰ الحق، ۲۱ الحکم، ۲۲ الحکیم، ۲۳ الحلیم، ۲۴ الحمید، ۲۵ الحیّ، ۲۶ الخالق، ۲۷ الخبیر، ۲۸ الخلاق، ۲۹ الرؤف، ۳۰ الرّب، ۳۱ الرّحمٰن، ۳۲ الرّحیم، ۳۳ الرزّاق، ۳۴ الرّفیع، ۳۵ الرّقیب، ۳۶ السّلام، ۳۷ السّمیع، ۳۸ الشّاکر، ۳۹ الشدید، ۴۰ الشّکور، ۴۱ الشھید، ۴۲ الصمد، ۴۳ الظاھر، ۴۴ العالم، ۴۵ العزیز، ۴۶ العظیم، ۴۷ العفو، ۴۸ العلی، ۴۹ العلیم، ۵۰ الغافر، ۵۱ الغالب، ۵۲ الغفّار، ۵۳ الغفور، ۵۴ الغنی، ۵۵ الفتّاح، ۵۶ الفاطر، ۵۷ القائم، ۵۸ القادر، ۵۹ القاھر، ۶۰ القدّوس، ۶۱ القدیر، ۶۲ القریب، ۶۳ القوی، ۶۴ القھّار، ۶۵ القیوم، ۶۶ الکافی، ۶۷ الکبیر، ۶۸ الکریم، ۶۹ الکفیل، ۷۰ اللطیف، ۷۱ المؤمن، ۷۲ المالک، ۷۳ المبین، ۷۴ المتعال، ۷۵ المتکبّر، ۷۶ المتین، ....

...... المجیب (۷۷)، المجید (۷۸)، المحیی (۷۹)، المحیط (۸۰)، المستعان (۸۱)، المصوّر (۸۲)، المقتدر (۸۳)

المغیث (۸۴)، الملک (۸۵)، الملیک (۸۶)، المنتقم (۸۷)، المولیٰ (۸۸)، المہیمن (۸۹)، النصیر (۹۰)، النور (۹۱)، الہادی (۹۲)،

...... الواحد (۹۳)، الوارث (۹۴)، الواسع (۹۵)، الودود (۹۶)، الوکیل (۹۷)، الولیّ (۹۸)، الوہاب (۹۹) +

اب ترمذی و ابن ماجہ کی روایتوں میں جو نام ہیں وہ سنیئے۔ یہی عام طور پر رائج ہیں:

اللہ (۱)، الآخر (۲)، الاحد (۳)، الاوّل (۴)، الباری (۵)، الباسط (۶)، الباطن (۷)، الباعث (۸)، الباقی (۹)،
البدیع (۱۰)، البرّ (۱۱)، البصیر (۱۲)، التواب (۱۳)، الجامع (۱۴)، الجبّار (۱۵)، الجلیل (۱۶)، الحسیب (۱۷)، الحفیظ (۱۸)،
الحق (۱۹)، الحکم (۲۰)، الحکیم (۲۱)، الحلیم (۲۲)، الحمید (۲۳)، الحی (۲۴)، الخافض (۲۵)، الخالق (۲۶)، الخبیر (۲۷)،
ذوالجلال والاکرام (۲۸)، الرؤف (۲۹)، الرافع (۳۰)، الرحمٰن (۳۱)، الرّحیم (۳۲)، الرزّاق (۳۳)، الرّشید (۳۴)،
الرقیب (۳۵)، السّلام (۳۶)، السّمیع (۳۷)، الشکور (۳۸)، الشہید (۳۹)، الصمد (۴۰)، الصبور (۴۱)، الضار (۴۲)،
الظاہر (۴۳)، العدل (۴۴)، العزیز (۴۵)، العظیم (۴۶)، العفو (۴۷)، العلی (۴۸)، العلیم (۴۹)، الغفار (۵۰)، الغفور (۵۱)،
الغنی (۵۲)، الفتاح (۵۳)، القابض (۵۴)، القادر (۵۵)، القدوس (۵۶)، القوی (۵۷)، القہار (۵۸)،
القیوم (۵۹)، الکبیر (۶۰)، الکریم (۶۱)، اللطیف (۶۲)، المؤخر (۶۳)، المؤمن (۶۴)، مالک الملک (۶۵)،
الماجد (۶۶)، المانع (۶۷)، المبدی (۶۸)، المتعالی (۶۹)، المتکبر (۷۰)، المتین (۷۱)، المجیب (۷۲)، المجید (۷۳)،
المحصی (۷۴)، المحیی (۷۵)، المذل (۷۶)، المصوّر (۷۷)، المعزّ (۷۸)، المعید (۷۹)، المغنی (۸۰)، المقتدر (۸۱)
المقدم (۸۲)، المقسط (۸۳)، المقیت (۸۴)، الممیت (۸۵)، الملک (۸۶)، المنتقم (۸۷)، المہیمن (۸۸)، النافع (۸۹)،
النور (۹۰)، الہادی (۹۱)، الواجد (۹۲)، الواحد (۹۳)، الوارث (۹۴)، الواسع (۹۵)، الوالی (۹۶)، الودود (۹۷)،
الوکیل (۹۸)، الولی (۹۹)، الوہاب (۱۰۰)

ہم نے قرآنی اور روایتی اسما کو بہ ترتیب ہجا لکھا ہے تاکہ مقابلے میں سہولت ہو۔ قرآنی اسمائے حسنیٰ میں جن اسماء کے اوپر نشان ہیں وہ وہ ہیں جو ترمذی و ابن ماجہ والی روایت میں موجود نہیں۔ اور روایت والے نشان زدہ اسمائے حسنیٰ وہ ہیں جو قرآنی اسمائے حسنیٰ میں نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ان قرآنی اسما کو حدیث والے اسما پر بہرحال ترجیح حاصل ہے لیکن اس میں بھی چند الجھنیں ہیں اور وہ یہ ہیں کہ:

۱۔ ابن حجر نے روایت کے جو اسما خارج کئے ہیں وہ صرف ترمذی یا ابن ماجہ کے بیان کردہ اسما میں سے خارج کئے ہیں۔ دوسری روایات میں جو اسما ان کے علاوہ بیان ہوئے ہیں ان کو خارج

کرنے کا ذکر نہیں کیا ہے۔ حالانکہ قرآن سے باہر وہ بھی ہیں۔ مثلاً وتر، جمیل، برھان، صادق، ناظر، راشد، عادل، منیر، قائم، دائم، حاکم، مغیث، فرد، بادی، قدیم، بار، وفی، واقی، معطی، ابد، ذوالقوہ، حنان، منان، مغیث، علام، ذوالطول، ذوالمعارج، ذوالفضل، مدبر، منعم، متفضل، قابل، معین، کاشف، خالق، سید، دھر، مقوم، مسعر، اجلّ، رفیق، مقلب القلوب۔

آخری آٹھ مسند امام احمد بن حنبل میں ہیں۔ باقی ابن حبان، ابونعیم، طبرانی، وغیرہم نے لکھے ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف روایات میں اسمائے حسنیٰ کے تذکرے کے بغیر جواد، نظیف، طیب، سبوح وغیرہ بھی آئے ہیں۔

۲۔ دوسرے یہ پتہ نہیں چلتا کہ ابن حجر نے کس اصول کے مطابق یہ اسما قرآن سے منتخب کئے ہیں۔ اگر صرف مفرد الفاظ ان کے پیش نظر تھے تو شدید، رفیع، فاطر، غافر، اور نور وغیرہ قرآن میں مفرد نہیں آئے ہیں بلکہ شدید العقاب، رفیع الدرجات، فاطر السموات، غافر الذنب، نور السموات وغیرہ آئے ہیں۔ (بلکہ بدیع اور ھادی بھی مفرد نہیں بلکہ مرکب ہیں۔ بدیع السموات وان اللہ لھاد الذین امنوا وغیرہ اور یہ دونوں روایت میں بھی ہیں) لہذا مرکب ہی الفاظ میں سے اگر اسما کو الگ کرنا تھا تو قابل التوب، فالق الحب، معذبوھم، مھلکو القری وغیرہ میں سے بھی قابل، فالق، معذب، مھلک وغیرہ کو اسمائے حسنیٰ میں داخل کرنا چاہیئے تھا۔

۳۔ بلکہ جاعل کا لفظ تو مفرد بھی قرآن میں آیا ہے انی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ۔ لہذا جاعل کو بھی اسمائے حسنیٰ میں یقیناً داخل ہونا چاہیئے تھا۔ اسی طرح فعالٌ لما یرید میں فعالٌ مفرداً آیا ہے اور اسمائے حسنیٰ سے اسے بھی باہر ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور یہی حال ماھد کا ہے فنعم الماھدون وغیرہ وغیرہ۔ تعجب ہے کہ حفی جیسے خفی اسم صفت پر توان کی نظر پہنچ گئی (انہ کان بی حفیا) مگر جاعل اور فعال اور ماھد جیسے اسما پر ان کی نظر نہیں گئی۔

۴۔ پھر تود کا لفظ ہمارے نزدیک تو اسمائے حسنیٰ میں ضرور داخل ہے۔ مگر بہر حال یہ صیغۂ صفت نہیں اور پھر مفرداً بھی نہیں آیا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا۔

ہمارے نزدیک ان تمام الجھنوں کا حل یہ نظر آتا ہے کہ :

قرآن میں وللہ الاسماء الحسنیٰ اور لہ الاسماء الحسنیٰ آیا ہے مگر تعداد کا کوئی حصر نہیں اس لیے احادیث میں جو ننانوے (تسعۃ وتسعین یا مائۃ الا واحدا) کا لفظ آیا ہے اسے محض کثرت تعداد کے لیے سمجھنا چاہیئے۔ (اگرچہ اس وقت ہمارے پاس کلام جاہلیت یا لغت عرب سے اس کا کوئی واضح ثبوت موجود نہیں۔ ہاں اس حدیث سے استناد کیا جا سکتا ہے کہ "اللہ نے اپنی رحمت کا ایک حصہ کائنات میں تقسیم کر دیا ہے اور ننانوے حصے آخرت کے لیے محفوظ رکھے ہیں۔") پس جتنے بھی حسین ترین نام ہیں وہ سب اللہ کے لیے ہیں خواہ وہ قرآن کے اندر ہوں یا اس سے باہر خواہ عربی زبان کے ہوں یا غیر عربی زبان کے۔ خواہ وہ مفرد ہوں یا مرکب۔ خواہ افعال سے لئے گئے ہوں یا بطور اسما آئے ہوں۔ وہ خواہ ننانوے ہوں کئی سو ہوں اور خواہ صیغۂ صفت ہو یا نور کی طرح غیر صفتی صیغہ ہو۔ سب کے سب اسمائے حسنیٰ میں داخل ہیں ع ہر شب شب قدر ست اگر قدر بدانی۔ اگر احادیث سے باہر کے درود بھی درود ہیں تو قرآن اور حدیث سے باہر کے اسمائے صفات بھی اسمائے حسنیٰ ہیں۔ قرآن نے یہ کہیں دعویٰ نہیں کیا ہے کہ سارے اسمائے حسنیٰ کا قرآن میں احصا کر لیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہوواہ، ایشور، نرنکار اور SUPREME INTELLIGENCE (جیسا کہ آئن سٹائن کہتا ہے) بھی اسمائے حسنیٰ میں داخل ہیں۔

البتہ ایک لطیف و نازک نکتہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اسمائے الٰہیہ میں حسن وجمال ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ اسمائے حسنیٰ THE MOST BEAUTIFUL ATTRIBUTIVE NAMES) محض اسمائے صفات نہیں۔ ہم جب کسی انسان کی صفات QUALIFICATIONS بیان کرتے ہیں تو یوں کہتے ہیں کہ مثلاً یہ بہت پڑھا لکھا ہے، کمال درجے کا ایماندار ہے، بڑا محنتی ہے، نہایت صاحب عقل ہے، بے انتہا شجاع ہے، بے حد سخی ہے، بہت شریف طبع ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ کبھی نہیں کہتے کہ یہ کھانا کھاتا ہے، سانس لیتا ہے، بول و براز کرتا ہے۔ یہ صفتیں انسان میں ہوتی تو ضرور ہیں لیکن ان کو ہم بطور QUALIFICATIONS کے نہیں بیان کرتے۔ پس خدا کے اسمائے حسنیٰ کو بیان کرتے وقت بھی اس نزاکت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ اسمائے صفات کی حُسنائیت مجروح نہ ہو۔ لہذا ہمارے نزدیک یضل سے مضل یا یستھزئ سے مستھزی بنا لینا حُسنائیت کے مطابق نہیں۔ مضلّ شیطان کی صفت ہے انہ عدو مضل مبین اور استہزا منافقوں کی صفت ہے قالوا انما نحن مستھزؤن۔

اسمائے حسنیٰ دراصل صفاتِ الٰہیہ ہیں اور ان سب کو اسی خاص امتزاجی تناسب سے ایک وحدت کے طور پر اپنے اندر سمو کر کائنات پر تصرف کرنا انسان کا نصب العین زندگی ہے۔ اسی کو قرآن نے صِبْغَۃَ اللّٰہ کہا ہے اور اسی کو حضورؐ نے تخلقوا باخلاق اللہ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ کیا عجب کہ وعلم آدم الاسماء کلھا میں الاسماء سے یہی اسمائے حسنیٰ مراد ہوں۔ احادیث میں جو ان کے اسمائے حسنیٰ کے متعلق من حفظھا دخل الجنۃ آیا ہے وہاں اس کا مطلب محض زبانی یاد کر لینا نہیں بلکہ ان کی اس طرح محافظت اور نگہداشت کرنا ہے کہ وہ صفات جزوِ حیات بن جائیں۔

ہمارے نزدیک یہ اسمائے صفات محض "بابرکت" یا "وظیفہ" نہیں جن کو صرف ورد کے لیے سمجھ لیا جائے۔ یہی اقدارِ حیات ہیں۔ یہی وہ بنیادی قدریں ہیں جن کے گرد سارا اسلام گردش کرتا ہے انہی سے خدا کا صحیح تصور پیدا ہوتا ہے جو ساری شریعت اور دین کا اصلی مرکزی نقطہ ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے ان مختلف اسمائے حسنیٰ میں ہر ایک اسم ایک الگ پہلو کی وضاحت کرتا ہے۔ کلی حقیقت کی وضاحت محض ایک اسم سے نہیں ہوتی۔ نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بنیادی ہونے میں ہر ایک اسم کا وزن یکساں نہیں۔ بعض بعض نہایت اساسی ہیں جن کے اندر دوسرے اسما کا مفہوم بھی سمٹ کر آجاتا ہے مثلاً لفظ رحمٰن میں تواب، غفار، حافظ، حفی، حفیظ، رازق، عفو، فتاح، کریم، کفیل، مجیب، محی، مستعان، مولی، ولی، ودود، ھادی، وکیل، وھاب کے تمام مفاہیم آجاتے ہیں کیونکہ یہ سب رحمت ہی کے تقاضے ہیں بلکہ اس "منتقم" کا انتقام بھی تقاضائے رحمت ہی ہے۔ اسی طرح رب کا لفظ بھی بڑا بنیادی اور جامع ہے جس میں رحمت کے تمام تقاضے آجاتے ہیں۔

اگر ان تمام صفات کا خلاصہ کیا جائے تو رحمت، علم، عدل، خیر وغیرہ ہوں گے۔ اور ان سب کو کسی ایک اسم میں سمیٹا جائے تو وہ ہوگا اللہ۔ یہی وجہ ہے کہ کلمۂ توحید کے اقرار کے لیے تمام اسما میں سے صرف اللہ ہی کو رکھا گیا ہے۔ لا رب الا اللہ، لا رازق الا اللہ، لا خالق الا اللہ وغیرہ سب صحیح مضمون ہیں لیکن ان سے الوہیت کا کوئی ایک یا چند ہی پہلو واضح ہوتے ہیں لیکن لا الٰہ الا اللہ میں جو اللہ ہے وہ ان ساری صفاتِ قدسیہ کا جامع ہے۔ اسی لیے ہم اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی شے نصب العین نہیں۔ گزشتہ مضمون میں اسے کسی قدر واضح کر چکے ہیں۔ (محمد جعفر)